سول انتظامیہ کی صفات اور تعیین کا اسلامی طریقہ کار

ڈاکٹر محمد ضیاء الحق☆

مقدمہ

مسلمانوں نے کئی صدیاں دنیا پر حکومت کی ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کم از کم ہزار سال ایسے ضرور ہیں جن میں مسلمان دنیا کے حاکم تھے اور دنیا کے اہم فیصلے، قاہرہ، بغداد، اندلس اور قیروان جیسے اسلامی تہذیب و تمدن کے مراکز میں ہوتے تھے۔ قدرت کا اصول یہ ہے کہ کسی بھی قوم کو اپنی صلاحیت کے مطابق ہی ملتا ہے۔ جب تک مسلمانوں نے جذبہ جہاد اور بہترین تنظیم کی بدولت یہ ثابت کیے رکھا کہ وہ دنیا پر حکومت کے اہل ہیں ان کی حکومت موجود رہی اور جب نظم و ضبط کی جگہ افراتفری نے لے لی۔ اخلاق کی طرح انتظامی ادارے بھی انحطاط کا شکار ہو گئے تو اقتدار مسلمانوں سے روٹھ گیا اور دوسری قومیں ان پر غالب آگئیں۔

موضوع کی اہمیت:

برطانوی اور فرانسیسی نو آبادی نظام مسلمان ممالک میں طویل عرصے تک ان کے نظام نظم و نسق کی وجہ سے ہی قائم رہا۔ بیسویں صدی میں کئی مسلمان ممالک آزاد ہوئے لیکن حقیقی سیاسی سماجی اور اقتصادی آزادی ابھی تک ان ممالک میں مسلمانوں کا خواب ہے کیونکہ ان

☆ لیکچرر شعبہ اسلامک لاء۔ فیکلٹی آف عربک اینڈ اسلامک سٹڈیز علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ممالک میں جاری برطانوی یا فرانسیسی نظام نظم ونسق مسلمانوں کی تہذیب وثقافت اور عقائد سے متصادم ہے۔ حقیقی آزادی اسلامی نظام نظم ونسق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ آج اسلامی ممالک کو ایسی انتظامیہ کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کی تہذیبی اور عقائدی ضروریات کو پورا کر سکے۔ ایسے ہی نظام نظم ونسق کے خدوخال اس مقالہ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

موضوع کا بنیادی سوال:

اس موضوع کا بنیادی سوال انتظامیہ کی تشکیل سے متعلق ہے۔ انتظامیہ کی تشکیل کے کیا اصول ہیں؟ اسلامی نظام میں سرکاری افسروں کی کیا خصوصیات اور صفات ہیں؟ اور ان کا تقرر کس طرح ہوتا ہے؟ ان سوالوں کا جواب اسلامی نقطہ نظر سے اس مقالہ میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلوب تحقیق:

مقالہ ہذا کے اسلوب تحقیق کے اہم نقاط درج ذیل ہیں:

۱۔ اس مقالہ کو موجودہ انتظامیہ کے ڈھانچے کو سامنے رکھ کر تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ ضروری معلومات قرآن وسنت اور اصل اسلامی مصادر سے اخذ کی گئی ہیں۔

۳۔ تمام احادیث الرسول ﷺ کی تخریج کر دی گئی ہے۔

۴۔ جس جگہ ضروری ہو وہاں مختلف آراء میں فرق اور تطبیق کو واضح کیا گیا ہے۔

۵۔ تمام حوالہ جات اور حواشی' مقالہ میں موجود ترقیم کے مطابق مقالہ کے آخر میں دیئے گئے ہیں۔

۶۔ حوالہ جات میں پہلی دفعہ ذکر پر کتاب کے مؤلف کا نام اور ضروری تفاصیل دی گئی ہیں جب کہ اسی کتاب کے دوبارہ استعمال کرنے کی صورت میں اختصار سے کام لیتے ہوئے مصنف کا مختصر نام ذکر کیا گیا ہے اور کتاب کی طرف م۔ن (مصدر نفسہ) کی رمز سے اشارہ کر دیا گیا ہے۔

مقالہ کا خاکہ

اس مقالہ کا خاکہ درج ذیل ہے۔

پہلی بحث: انتظامیہ کی تنظیم کا مفہوم اور اس کی تشکیل کی ضرورت واہمیت

دوسری بحث: انتظامیہ کی تشکیل کے بنیادی اسلامی اصول

تیسری بحث: اسلامی نظام حکومت میں سول افسران کی خصوصیات

چوتھی بحث: سرکاری افسروں کے انتخاب اور تعیین کا اسلامی طریقہ کار

مقالہ کا خلاصہ

مقالہ کے نتائج

حواشی و تعلیقات

پہلی بحث:

انتظامیہ کی تنظیم کا مفہوم اور اس کی تشکیل کی ضرورت و اہمیت

ا۔ انتظامیہ کی تنظیم کا مفہوم:

سرکاری افسروں کی وہ تنظیم جس کے افراد ایسے سرکاری عہدوں پر فائز کیے جاتے ہوں جو سیاست دانوں، ججوں اور فوجیوں کے لیے مخصوص نہ ہوں سول سروس انتظامیہ کہلاتی ہے اور اس کے کارندوں کو Civil Servant کہا جاتا ہے۔ یہ اہلکار میرٹ اور اہلیت کی بنیاد پر منتخب Sellect کیے جاتے ہیں اور پھر سینیارٹی اور میرٹ کی بنیاد پر ترقی حاصل کرتے ہیں۔ عام طور پر ان کے انتخاب کے لیے امتحان ہوتا ہے۔ یہ امتحان ایک خود مختار ادارہ لیتا ہے۔ سول سرونٹس کی سروس مستقل ہوتی ہے۔ سیاسی حکومت کی تبدیلی کے باوجود یہ لوگ حکومت مشینری میں تسلسل کو برقرار رکھتے ہیں۔ (۱)

۲۔ انتظامیہ کی تشکیل کی ضرورت واہمیت:

انتظامیہ کی تشکیل اس لیے کی جاتی ہے کہ معاشرے میں موجود اہل افراد جو کہ ضروری صفات اور شرائط کے حامل ہوں ان کو معاشرے کی بھلائی اور فلاح و بہبود جیسے اہم کاموں کی نگرانی سونپ دی جائے۔ ایسے افراد کے انتخاب کے بعد ان کی تربیت کی جاتی ہے تاکہ

ان کے اندر موجود صلاحیتوں کو مزید نکھارا جاسکے۔ نظم ونسق کی ذمہ داری جن افراد کے سپرد کی جاتی ہے ان کے انتخاب میں انتہائی احتیاط برتی جاتی ہے۔ اور صرف ایسے بہترین افراد کو ہی منتخب کیا جاتا ہے جو اہم اور حساس معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتے ہوں اور اپنے ذمے لگائے گئے فرائض کو ایمانداری کے ساتھ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔(۲)

سول سروس کی تشکیل اور پبلک سروس کے اہلکاروں کے انتخاب کے لیے ہر ملک میں مختلف قوانین اور ضابطے ہیں۔ ان میں بعض قواعد تمام ممالک میں یکساں ہیں اور بعض قواعد مختلف تہذیبی، ثقافتی اور تاریخی روایات کی بنا پر منفرد اور متمیز ہیں۔ اسلامی نظام حکومت میں مملکت کے مختلف داخلی اور خارجی امور کو چلانے کے لیے اہلکاروں اور کارندوں کی تعیینی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ سیاسۃ شریعہ میں اس کام کے لیے ضروری قواعد اور اصول بیان کر دیئے گئے ہیں (۳) انہی اصولوں کی روشنی میں سول سروس کی تشکیل کے اسلامی تصور کو اس مقالہ میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسری بحث:

سول انتظامیہ کی تشکیل کے بنیادی اسلامی اصول

سول انتظامیہ کی تشکیل کے مختلف اصول علماء اسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں موجود ہے۔

۱۔ مکمل اہلیت:

اس اصول کو اسلامی انتظامیہ میں بنیادی حیثیت ہے۔ اسلام اس بات کا حریص ہے کہ موزوں شخص کو موزوں عہدے پر مقرر کیا جائے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

إن اللّٰہ یأمرکم أن تؤدّوا الأمانات إلی أھلِھا(٦)

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں اہل لوگ کے سپرد کرو''۔

علماء اور مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت ولایۃ الأمور کے ضمن میں نازل

ہوئی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی منصب کسی کو اہلیت کے سوا نہ سونپا جائے (۵) رسول اکرم ﷺ نے اس اصول کی اہمیت کا تعین اس وقت فرما دیا جب آپ نے اپنے صحابی ابو ذر الغفاری (م ۳۲ھ / ۶۵۲ء) کو مناصب حکومت میں سے کسی منصب پر فائز کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے فرمایا:

یا اباذر إنَّكَ ضعيف و إنّها أمانة و إنها يوم القيامة خذي و ندامة إلاّ مَن أخذ بحقّها و أدّى الذي عليه فيها (۶)

"اے ابوذر آپ اس ضمن میں کمزور ہیں یہ امانت ہے اور قیامت کے دن ندامت اور پشیمانی کا باعث ہو گی۔ سوائے اس کے لیے جو اسے اہلیت کی بنا پر حاصل کرے گا اور اس کا حق ادا کرے گا"۔

آنحضور ﷺ کے اس فیصلہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مناصب حکومت پر تعین کا حق صرف ان لوگوں پر ہے جو ان کی ادائیگی مطلوبہ صلاحیت رکھتے ہیں (۷) مطلوبہ صلاحیت کا اندازہ عملی کارکردگی سے ہوتا ہے (۸) اس لیے ولی الأمر کے لیے لازمی ہے کہ سرکاری مناصب کے لیے صرف ان لوگوں کا انتخاب کریں جو ان کی ادائیگی کے اہل ہوں (۹)

۲۔ سرکاری مناصب امانت اور ذمہ داری ہیں حق نہیں:

یہ اصول بھی قرآن و سنت سے اخذ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

یا ایها الذین آمنو ا لا تخونوا الله والرسول و تخونوا أماناتكم وانتم تَعلَمُون. (۱۰)

"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے خیانت مت کرو۔ تم اپنی امانتوں میں خیانت کرتے ہو اور تم جانتے ہو رسول اللہ ﷺ نے اس ضمن میں فرمایا":

(فاذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة) قيل يا رسول الله كيف إضاعتها ؟ قال (اذا وسّد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة) (۱۱)

"جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ رسول اللہ ﷺ
سے عرض کیا گیا۔ امانت کا ضائع ہونا کیسے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا
: جب ذمہ داری کسی غیر اہل کے سپرد کر دی جائے تو قیامت کا انتظار
کرو"۔

اس آیت اور حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جس کسی کو بھی مسلمانوں کا کوئی منصب سونپا گیا وہ قیامت کے دن اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کا حساب دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و قل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون (١٢)

"اور ان سے کہیے کہ کام کرو کہ اللہ اس کا رسول اور مومنین اس کو
دیکھنے والے ہیں"۔

اسلامی نظام حکومت میں مناصب اور عہدے سماجی اور معاشرتی اہمیت کے حامل افراد میں ان کے حق کے طور پر تقسیم نہیں کئے جاتے اور نہ ہی ایسے اسباب کو اہمیت دی جاتی ہے جن کا کارکردگی سے براہ راست تعلق نہ ہو۔ کیونکہ اسلامی نظام حیات سماجی اونچ نیچ کا قلع قمع کرتا ہے۔ اس کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔ برتری کا معیار عمل اور صلاحیت ہے۔ اس لیے منصب کی ذمہ داری کا بوجھ صرف اسی پر ڈالا جاتا ہے جو امانت و دیانت سے اپنے منصب کا حق ادا کر سکتا ہو۔ اسلام تمام سماجی، نسلی اور لسانی تعصّبات سے بالاتر ہو کر مناصب حکومت کے لیے مناسب افراد کے تعین کا سبق دیتا ہے۔ (١٣)

حدیث میں آتا ہے کہ دو افراد نے رسول اللہ ﷺ سے منصب حکومت کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إنّا واللہ لا نولی علی هذا العمل أحد اسأله ولا أحد حرص عليه (١٤)

"اللہ کی قسم ہم اس عمل پر کسی ایسے کا تقرر نہیں کریں گے جن سے
اس کو طلب کیا اور نہ ہی ایسے کو جو اس کا خواہش مند ہو"۔

پس حکومت کے عہدے اجتماعی ذمہ داریاں اور امانتیں ہیں۔ یہ کسی کا حق نہیں ہیں

بلکہ جن لوگوں میں ان مناسب کی ادائیگی کی صلاحیت ہے صرف انھی کے ذمے لگائے جائیں گے جو کہ قیامت کے دن جوابدہ ہوں گے۔

۳- عصر حاضر میں انتظامیہ کی تشکیل کے بنیادی اصولوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ :

دور حاضر میں مختلف ممالک کے ہاں سرکاری انتظامیہ کی تشکیل سول لاء میں دیئے گئے قوانین کے مطابق کی جاتی ہے جیسا کہ امریکہ میںPendleton Law 1983 سول سروس کی تشکیل کا بنیادی قانون ہے۔ (۱۵)

دور حاضر میں اکثر جدید حکومتیں اس بات کی کوشش کرتی ہیں کہ صرف انھی لوگوں کو انتظامیہ کے مناصب پر فائز کیا جائے جو اس کے اہل ہیں۔ اس لیے مناصب حکومت و انتظامیہ خاص قبائل یا نسل کے افراد کے لیے مخصوص کرنے کی بجائے عام اعلان کے ذریعے اہل لوگوں میں سے ان کو جو تعلیمی اور شخصی قابلیت کی بناء پر مستحق ہوں دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ کسی خاص سیاسی حکومت کی بجائے ملک و قوم کے تابع و وفادار ہوتے ہیں اگرچہ بعض ممالک میں کئی عہدے بعض مخصوص نسلوں کا استحقاق ہیں جیسے کہ ملائشیا۔ لیکن اکثر و بیشتر ممالک میں یہ عہدے میرٹ پر ہی دیئے جاتے ہیں۔ (۱۶)

بعض ممالک میں انتظامیہ کے افراد کے لیے ایک خاص سماجی رتبہ کا حامل ہونا بھی ضروری تھا۔ جیسا کہ برطانیہ کی سول سروس اور وزارت خارجہ میں صرف ایسے افسروں کا انتخاب کیا جاتا تھا جو مخصوص سماجی طبقات سے تعلق رکھتے تھے اور یہ طریقہ برطانیہ میں ۱۹۰۵ء تک جاری رہا لیکن اب وہاں پر بھی میرٹ کی بنیاد پر علمی اور عملی طور پر موزوں افراد کو ہی انتظامیہ کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ (۱۷)

دورِ حاضر کے انتظامیہ کی تشکیل کے بنیادی اصولوں کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں میرٹ کا اصول اگرچہ اسلامی قواعد کے مطابق ہے۔ لیکن شروع سے ہی اسلامی قوانین اپنے جامع ہونے کی بناء پر ان قوانین سے اعلیٰ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ جہاں تک کچھ مناصب کو کسی خاص نسل یا خاندان کے لیے مخصوص کرنے کا تعلق ہے تو یہ اسلامی

اصولوں سے متصادم ہے اور اس کی کئی دلیلیں درج بالا میں ذکر کر دی گئی ہیں۔

تیسری بحث:

اسلامی نظام حکومت میں سول افسران کی صفات:

سول سرونٹ کی ذمہ داری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کے ذمے لگائے گئے فرائض کی ادائیگی کی ضروری شرائط اس میں موجود ہوں۔ سول سروس اپنے اہداف اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ اس میں کام کرنے والے مطلوبہ صفات سے متصف نہ ہوں(۱۸) سیاسۃ شرعیۃ میں سرکاری افسروں کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

۱۔ طاقت اور جوانمردی:

سرکاری افسروں کی شرائط میں طاقت و قوت کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

إنَّ خيرَ من استأجرت القوي الأمين (۱۹)

طاقت کا مفہوم عمل کی نوعیت کے اعتبار سے بدل جاتا ہے ابن تیمیہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''ہر منصب میں طاقت اسی کے مطابق ہے' جنگ میں طاقت سے مراد دل کی بہادری اور جنگوں اور اس کی چالوں کا تجربہ ہے۔ نیز مختلف جنگی چالوں اور جنگ کی قسموں کا معلوم ہونا بھی طاقت کی دلیل ہے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں طاقت سے مراد عدل کا قرآن و سنت کے احکام کے علم کی روشنی میں نفاذ ہے۔(۲۰)

پس قوت اور طاقت سے مراد سپرد کیے گئے کام کی ادائیگی کی صلاحیت ہے اور جن لوگوں کو سرکاری عہدے دیئے جائیں ان کے لیے یہ اساسی شرط ہے۔ اسی لیے خلفائے راشدین مختلف سرکاری عہدوں پر تقرر کے لیے ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے تھے جو مطلوبہ عمل کی ادائیگی کی قوت رکھتا ہو جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان نے حضرت عمر بن الخطاب کے بارے میں کہا:

هو واللّٰه القوى الأمين. (۲۱)

اللہ کی قسم وہ طاقت ور اور ایماندار ہیں۔

ابن تیمیہ ذکر کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے دو شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان میں سے کون سا جنگ میں قیادت کا اہل ہے۔ ایک طاقت ور مگر فاجر اور دوسرا کمزور لیکن متقی۔ امام صاحب نے فرمایا:

أما الفاجر القوی فقوته للمسلمین وفجوره علی نفسه وإما الصالح الضعیف فصلاحه لنفسه وضعفه علی المسلمین' فیغزی مع القوی الفاجر.(۲۲)

''جہاں تک فاجر طاقت ور کا تعلق ہے تو اس کی طاقت مسلمانوں کے لیے اور اس کا فجور اس کی اپنی ذات کے لیے ہے۔ جبکہ متقی کا تقوی تو اس کی ذات کے فائدے کے لیے ہے جبکہ اس کی کمزوری مسلمانوں کے لیے ہے اس لیے طاقت ور اگرچہ فاجر ہی ہو' کے ساتھ ہو کر جنگ کی جائے گی''۔

انہی معنوں میں رسول اللہ ﷺ سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إنَّ اللّٰه لیؤیّد هذا الدین بالرجل الفاجر (۲۳)

''بے شک اللہ اس دین کی فاجر شخص کے ساتھ تائید کرے گا''۔

یہ دلائل اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ سرکاری افسر کے لیے طاقت ور اور جوانمرد ہونا ضروری ہے۔

۲۔ امانت داری:

امانت دوسری صفت ہے جو اسلام میں سرکاری عہدوں پر تعیین کی شرط ہے۔ امانت تین چیزوں پر دلالت کرتی ہے۔ فرائض کی ادائیگی میں خوف خدا' فرائض کی بروقت ادائیگی اور انسانوں سے کسی قسم کا خوف نہ ہونا۔(۲۴)

اللہ تعالیٰ نے اس وصف کی اہمیت کے بارے میں قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے کہ:

إن خیرَ مَن استأجَرتَ القَوِیُّ الأمِین (۲۵)

''بے شک بہترین ملازم جو تو رکھے وہ ہے جو قوی اور امین ہو''۔

امانت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے

تصرفات میں اس چیز کی عکاسی کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ضمن میں فرمایا:

آلا کلکم راع وکلّکلم مسؤول عن رعیته ' فالإمام الذي علی الّناس راعٍ وهو مسؤول عن رعیّته ' والرجل راعٍ علی اهلِ بیتهٖ وهو مسؤول عن رعیّته ' والمرأة راعیة علی اهل بیت زوجها وولده وهي مسؤولة عنهم وعبد الرجل مسؤول علی مال سیده وهو مسؤول عنه ۔ آلا فکلّکم راعٍ وکلّکم مسؤول عن رعیته ۔ (۲٦)

''آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر کوئی اپنی رعیت کے بارے میں ذمہ دار ہے۔ پس سربراہ حکومت (امام) جو لوگوں پر ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے اور مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور بچوں کی نگران ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ ملازم اپنے مالک کے مال کے بارے میں جوابدہ ہے اور مال کا مالک نوکر کے بارے میں جواب دہ ہے۔ آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے''۔

۳۔ علم وثقافت:

انتظامیہ کو چلانا علم بھی ہے اور فن بھی ہے۔ اس لیے اس کام کے لیے ان لوگوں کو چنا جاتا ہے جو اپنی علمی قابلیت کی بنا پر ممتاز ہوں (۲۷) علماء اسلام شروع سے ہی اس صفت کو اسلامی انتظامیہ کے افراد کے لیے ضروری قرار دیتے آئے ہیں (۲۸) ابویعلی (م ۳۵۸ھ /۱۰۶۶ء) اس ضمن میں کہتے ہیں:

فیجب أن یکو نوا من افضل الناس في العلم والدین .(۲۹)

''ضروری ہے کہ یہ (انتظامیہ کے) افراد علم اور دین میں تمام لوگوں سے بہتر ہوں''

علم ثقافت کی اسی اہمیت کی بنا پر کہا گیا ہے کہ:

اذا كان الملك جاهلا و وزراؤه عالمون استقام امره وإن كان عالما ووزراؤه جاهلون تفرق عليه امره واضطرب عليه رأيه "(۳۰)

"جب بادشاہ جاہل ہو اور اس کے وزراء عالم ہوں تو اس کی حکومت قائم رہتی ہے۔ اور اگر وہ عالم ہو اور اس کے وزراء جاہل ہوں تو اس کی حکومت انتشار کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کی رائے مضطرب ہو جاتی ہے"۔

علم و ثقافت کی اسی اہمیت کی بنا پر مسلمان افسروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس وصف سے مزین کریں۔ ذمہ دار عہدوں پر فائز لوگوں سے ہر علم میں مہارت مطلوب نہیں ہوتی۔ فقط ان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اپنے کام سے متعلق ضروری علم رکھتے ہوں تاکہ اس بارے میں ان کی اپنی معتبر رائے ہو۔ (۳۱)

مختصر یہ کہ علم اور ثقافت کا وصف جامع للخصال ہے اس لیے ہر ذمہ دار سرکاری افسر کے لیے ضروری ہے کہ اسے مختلف علوم سے ضروری واقفیت ہو تاکہ اس کے ذریعے اس کے دلائل مزید پختہ ہوں۔

۴۔ خوبصورت شخصیت

کسی آدمی کے خوبصورت ہونے سے اس کی شخصیت خوبصورت نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس میں حسن خلق کی ضروری صفت بھی شامل ہو۔ جیسا کہ خوبصورت مؤمن کے متعلق کہا گیا ہے۔

العلم خليله والحلم وزيره والعقل دليله والرفق ولده واللين اخوه والصبر جنده (۳۲)

"علم اس کا دوست ہے، حلم اس کا وزیر ہے، عقل اس کی راہنما ہے، نرمی اس کا بیٹا ہے اور برداشت اس کا بھائی ہے اور صبر اس کا سپاہی ہے"۔

اس بنا پر اسلامی مملکت کے نمائندے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس اخلاق

حمیدہ ہوں تاکہ وہ اسلامی ثقافت کے حقیقی نمائندہ ثابت ہو سکے۔

۵۔ پیشہ وارانہ مہارت:

اس خوبی کو الماوردی (م ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء) (۳۳) نے اس طرح بیان کیا ہے۔

الرأي المفضى إلى سياسة الرعية وتدبير المصالح (۳۴)

''وہ رائے جو عوام الناس کے معاملات کو ٹھیک کرنے اور ان کے مفادات کا خیال رکھنے میں راہنمائی کرے''۔

آنحضور ﷺ کسی ایسے شخص کو جو متعلقہ شعبے میں پیشہ وارانہ مہارت نہ رکھتا تھا اس کام کے لیے مقرر نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر لشکر تعین کیا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان میں بہادری، مناسب فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور تجربہ موجود ہیں اور یہ صفات اس عہدے کے لیے ایک بہتر بن امیداور کی ہیں تو آپ نے ان کو لشکر کی قیادت سونپ دی حالانکہ ان سے زیادہ دین کو سمجھنے والے اور اسلام قبول کرنے میں پہل کرنے والے موجود تھے۔ اسی بنا پر سرکاری افسر کے لیے یہ کافی نہیں کہ وہ بہت بڑا عالم متقی اور پرہیز گار ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے کام میں اور شعبے میں پیشہ وارانہ مہارت بھی رکھتا ہو۔ (۳۵)

۶۔ عصرِ حاضر میں سرکاری افسروں کی صفات کا اسلامی نقطہ سے جائزہ:

عصرِ حاضر میں بھی سرکاری افسروں کے لیے بہادری، دیانتداری، اچھے اخلاق، خوبصورتی، مطلوبہ علمی ذہانت اور پیشہ ورانہ تجربہ کی شرائط لگائی جاتی ہیں۔ چنانچہ امریکہ کی سول سروس اور وزارت خارجہ میں تعیین کے لیے ان صفات کو اہمیت دی جاتی ہے (۳۶)۔ اگر ان صفات کا درج کی گئی اسلامی صفات سے تقابلی جائزہ لیں تو کوئی فرق نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ اسلامی نقطہ نظر سے جو صفات لازمی ہیں ان میں روحانیت بھی ہے اور اس روحانیت کی وجہ سے انتظامیہ کے افراد کا رویہ عمومی طور پر ان لوگوں سے بہتر ہو جاتا ہے جو دینی اقدار پر یقین نہیں رکھتے۔

چوتھی بحث:

سرکاری افسروں کے انتخاب و تعیین کا اسلامی طریقہ کار

ا۔ تعیین کے لیے امیدوار ہونا:

مختلف سرکاری عہدوں پر اہل لوگوں کو فائز کرنا مملکت اسلامیہ کا فرض ہے اسی لیے (ولی الأمر) سربراہ حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف عہدوں کے اہل لوگوں کی تلاش شروع کرے (۳۷) لیکن ساتھ ساتھ لوگوں کو اسلام مختلف سرکاری عہدوں کے لیے حریص ہونے سے بھی منع کرتا ہے۔ کیونکہ اسلامی نظام نظم ونسق میں تقرری خود طلب کرنے سے نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو منع کیا گیا ہے جیساکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنّا واللّٰہ لا نولی من سأله ولا من حرص علیه(۳۸)

" ہم کسی ایسے عہدے پر فائز نہیں کریں گے جو اس کو طلب کرے اور اس کا حریص ہو۔

آنحضرت ﷺ نے منع اس لیے فرمایا تاکہ کوئی مسلمان اپنی شخصی خواہشات کی خاطر مناصب کا استعمال نہ کرسکے۔ سرکاری عہدے امانتیں ہوتی ہیں ان امانتوں کو ذاتی خواہشات کے حامل افراد کے ہاتھ میں دینا ایسے ہی ہے جیسے بھڑیئے کو بکریوں کی رکھوالی پر لگا دینا۔ (۳۹)

نظام اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی ایسے شخص کو سرکاری منصب دیا جائے جو اپنی علمی اور اخلاقی قابلیت کی بنا پر اس کا حق دار نہ ہو۔ اسی لیے اسلامی نظام میں استحقاق کے بغیر سرکاری مناصب طلب کرنے سے منع کردیا گیا ہے۔(۴۰)

اسلامی نظام حکومت میں استحقاق کے بغیر سرکاری مناصب طلب کرنے سے منع اس لیے فرمایا گیا ہے کہ سربراہ حکومت اپنے ہاں محدود لوگوں میں سے جن کو وہ جانتا ہو آزادی سے مناسب افراد کا انتخاب کرسکے۔ اس قسم کی مثال ایسے ہے جیسے وزیراعظم نے پارلیمنٹ کے ممبران میں سے اپنے وزراء کا انتخاب کرنا ہو اور وہ ان ارکان کی صفات کو جانتا ہو تو ممبران کے لیے اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے لیے لابی کریں بلکہ وزیراعظم کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے مناسب افراد کا انتخاب اپنی کابینہ کے لیے کرے بغیر اس کے کہ وہ لوگ اپنے آپ کو امیدوار کے طور پر پیش کریں۔(۴۱)

لیکن جب کسی عہدے کے لیے بہت زیادہ تعداد ہو اور حکومت ان کی صلاحیتوں کو نہ جانتی ہو تو ایسی صورت میں نظام اسلامی کسی منصب کے لیے امیدوار بننے سے منع نہیں کرتا جب لوگوں کی بہت بڑی تعداد میں سے کوئی اپنے آپ کو امیدوار کے طور پر پیش کرتا ہے تو وہ اس لیے ہوتا ہے کہ حکومت کو اپنی صلاحیتوں سے آگاہ کر سکے۔ اور یہ بتا سکے کہ کن صفات کی بنا پر وہ منصب حاصل کرنے کا حقدار ہے۔ (۴۲)

ایسی صورت میں جو شخص اپنی صلاحیتوں سے حکومت کو آگاہ کرنا چاہتا ہو تو اس کا امیدوار بننا درست ہے۔ اس قسم کی مثال قرآن پاک میں موجود ہے جب کہ حضرت یوسف نے بادشاہ وقت کے سامنے اپنی صلاحیتوں سے بادشاہ کو آگاہ کرنے کے لیے اپنے امیدوار ہونے کا اعلان کر دیا۔ قرآن پاک کے الفاظ میں حضرت یوسفؑ نے کہا:

اجعلني على خزائن الأرض إني حفيظ عليمُ (۴۳)

''زمین کے خزانوں کی نگرانی میرے ذمہ لگا دو میں ان کی حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں''۔

حضرت یوسف اپنی صلاحیتوں سے آگاہ تھے۔ اس لیے انھوں نے ایسے بادشاہ کے سامنے ان کا اظہار کرنا مناسب جانا جو اس سے آگاہ نہ تھا۔ اسی بنا پر علماء اسلام نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ جب مناصب غیر اہل لوگوں کو سونپے جا رہے ہوں تو اہل افراد کو اپنی صلاحیتوں سے حکومت کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ کوئی منصب ایسے شخص کے سپرد نہ ہو جو اس کا اہل نہ ہو۔ اس ضمن میں بعض شوافع کا کہنا ہے کہ:

''جن لوگوں میں اجتہاد کی شرائط مکمل ہوں ان کے لیے جائز ہے کہ وہ حکومت کو اس سے آگاہ کر دیں اور قضا قاضی کا خطبہ دیں''

ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ:

''یہ ان کے لیے ضروری ہے جب کہ معاملات ان لوگوں کے ہاتھ

میں آجائیں جو اس کو ادا نہ کر سکتے ہوں" (۴۴)

مندرجہ بالا دلائل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب سربراہ حکومت ایک محدود تعداد میں سے جن کی اہلیت کو وہ جانتا ہے اپنے وزیر اور مشیر منتخب کرنا چاہتے تو امیدوار بن کر منصب کو حاصل کی کوشش کرنا جائز نہیں تا کہ سربراہ حکومت آزادی رائے سے مناسب اور موزوں افراد کا انتخاب کر سکے۔ لیکن جب تعداد زیادہ ہو اور ان کی صلاحیتوں کا حکومت کو علم نہ ہو تو ایسی صورت میں امیدوار ہونا درست ہے تا کہ حکومت وقت سرکاری مناصب پر مناسب اہلکاروں کا تقرر کر سکے۔ اس چیز کو موجودہ حالات میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ پہلی مرتبہ سول سروس میں شامل ہونے کے لیے امیدوار بننا درست ہے اور ضروری ہے جبکہ سلیکشن کے بعد اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے کے بعد اچھی پوسٹنگ کے لیے کوشش کرنا مناسب نہیں ہے۔ تا کہ حکومت آزادی سے مناسب افراد کو مناسب مناصب پر ایڈجسٹ (Adjust) کر سکے۔

۲۔ تقرری کے لیے مقابلے کا امتحان:

انتظامیہ کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ انتظامیہ کی تشکیل کے لیے اپنی بہترین صلاحیتوں کو استعمال کرے اور ایسے لوگوں کا بذریعہ امتحان انتخاب کرے جو مملکت کے صحیح اور وفادار کارندے ثابت ہوں۔ تعیین کے لیے امتحان لینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا امتحان لیا اور اس امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد انھیں زمین میں خلیفہ مقرر کیا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قال یا آدم انبئهم بأسمائهم فلّما انبأهم بأسمائهم قال آلم اقل لكم إني اعلم غيب السموات والأرض. (۴۵)

رسول اللہ ﷺ نے تقرری کے لیے امتحان کے اصول کو اس وقت ثابت کر دیا جب آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی اور والی بنا کر روانہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

كيف تقضى ' قال (آقضى بكتاب الله ' قال فإن لم يكن في كتاب الله) ؟ قال فبسنة رسول الله ﷺ ' قال (فإن لم تجد فى سنة رسول الله ؟) قال

اجتهد رأی فقال رسول اللہ ﷺ (الحمد اللہ الذی وفق رسول رسول اللہ ﷺ) (۴۶)

''آپ کیسے فیصلہ کریں گے (حضرت معاذ نے) کہا اللہ کی کتاب سے۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں کچھ نہ ملا (حضرت معاذ نے) عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے (فرمایا اگر تمہیں سنت رسول میں سے نہ ملے تو' حضرت معاذ نے عرض کیا میں اجتہاد کروں گا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے جس نے رسول اللہ ﷺ نے نمائندے کو سمجھ عطا فرمائی۔''

خلفاء راشدین رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے سرکاری اہلکاروں کے تعیین میں پوری جدوجہد کرتے۔ اور کسی بھی ایسے فرد کو جو صلاحیت اور امانت کے مطلوبہ معیاروں پر پورا نہ اترتا ہو مملکت کی انتظامیہ میں شامل نہیں کرتے تھے۔ (۴۷)

۳۔ مقابلے کے امتحان کا اسلامی طریقہ کار:

اسلامی عرف میں مقابلہ کے امتحان کو کسی خاص اسلوب میں محدود نہیں کیا گیا بلکہ اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ امیدواروں کی فنی پیشہ وارانہ' علمی اور اخلاقی صفات کو جانا جاسکے' اس بات کی مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ مثلاً مامون امیدواروں میں سے مطلوبہ صفات کا متلاشی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا:

''مجھے ایسے شخص کی تلاش ہے جس میں تمام صفات موجود ہوں وہ اپنے اخلاق میں عفت والا ہو' اپنے راستے میں استقامت والا ہو' اداب نے اس کی تہذیب درست کی ہو' حقائق اور تجربات نے اسے مدبر بنادیا ہو' علم اس کی گفتگو ہو' اس کے لیے ایک لحظہ ہی کافی ہو (فیصلہ کرنے کے لیے) اس کا اثر و نفوذ وزیروں کی طرح ہو' اس میں علماء کی طرح کا صبر ہو۔ علماء کی طرح کی تواضع ہو اور فقہاء کی طرف کا فہم ہو۔ اگر اس پر احسان کیا جائے تو شکر ادا کرے اور اگر اسے

مصیبت میں آزایا جائے تو صبر کرے۔ لوگوں کے دلوں کو اپنے حسن کلام سے فتح کرے"۔(۴۸)

ابو بکر محمد بن الحسن المرادی (م ۴۸۹ھ/ 1095) (۴۹) نے مقابلے کے امتحان کی نوعیت کی وضاحت کی ہے کہ:

امیدواروں کی علمی اور ثقافتی حالت کو دیکھا جائے، اس کو مختلف آزمائشوں میں سے گزارا جائے، مختلف مشکلات کا حل دریافت کیا جائے اور اہم مسائل میں اس کی رائے لی جائے۔(۵۰)

ان معروضات سے یہ ثابت ہوا کہ اسلوب امتحان کا بنیادی ہدف امیدوار کی ضروری صفات کو جاننا ضروری ہے۔ اس کے لیے بھی جو بھی اسلوب مناسب ہو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ عصر حاضر میں انتظامیہ کے لیے مقابلے کے امتحان کے اسالیب کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ:

عصر حاضر میں انتظامیہ کی تشکیل کے لیے ان ممالک میں جو سلطنت برطانیہ کے حکم کے تحت رہے ہیں برطانیہ کے نظام کو ہی بعض تبدیلیوں کے ساتھ اختیار کر لیا گیا ہے۔ اس نظام کے تحت انتظامیہ کے ابتدائی درجے کے لیے سرکاری افسر کا تعین کیا جاتا ہے جو کہ رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا اعلیٰ عہدوں تک پہنچتا ہے۔ عام طور پر مقابلہ کے امتحان کے لیے Public Service Commission یا اس سے ملتی جلتی اتھارٹیز قائم کر دی گئی ہیں۔ ان کو اپنے فیصلے کرنے میں خودمختاری ہوتی ہے تاکہ انتظامیہ کے لیے تعیین و تقرر کے وقت کسی قسم کی سیاسی مداخلت نہ ہو سکے(۵۱) اس اسلوب کا اگر اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلامی قوانین اس سے متعارض نہیں ہیں۔ تاکہ اعلیٰ عہدوں پر تعیین اور تقرری کے لیے اعلیٰ سرکاری افسران جو جدوجہد lobbing وغیرہ کرتے ہیں وہ انتظامیہ کے اسلامی قواعد سے مطابقت نہیں رکھتی۔

مقالہ کا خلاصہ

اس مقالہ میں پیش کیے گئے افکار کا خلاصہ یہ ہے کہ انتظامیہ یعنی سول سروس ان سرکاری اہلکاروں کی تنظیم ہے جو عدلیہ اور مسلح افواج کے دائرہ کار میں آنے والے معاملات کے علاوہ باقی انتظامی امور سرانجام دیتے ہیں۔ سول سروس کی تشکیل ضروری ہے تاکہ معاشرے کی فلاح و تنظیم میں باصلاحیت افراد سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ سول سروس کی تشکیل کے لیے بنیادی اسلامی اصول اہلیت اور امانت داری ہیں۔ سرکاری عہدے کسی کا حق نہیں ہیں یہ تو ذمہ داری ہے اور ان لوگوں کے ذمہ لگائے جاتے ہیں جن میں مطلوبہ صفات موجود ہوں۔ اس لحاظ سے اسلامی قوانین عصر حاضر کے قوانین سے زیادہ جامع ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے بڑے سرکاری مناصب جیسے وزراء وغیرہ کے لیے امیدوار بننا درست نہیں ہے۔ تاہم ابتدائی درجات پر تقرر کے لیے امیدوار بننا اور حکومت کو اپنی صلاحیتوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے تاکہ حکومت وقت اہل افراد کو تقرری کے لیے منتخب کر سکے۔

مقالہ کے نتائج:

اس مقالہ میں پیش کی گئی معروضات کی روشنی میں درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ انتظامیہ سرکاری اہلکاروں کی وہ تنظیم ہے جو سول امور سرانجام دیتی ہے۔ اس تنظیم کا معاشرے میں بہترین نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے وجود ضروری ہے۔

۲۔ اسلام میں سول انتظامیہ کی تشکیل کے بنیادی اصول اہلیت اور احساس ذمہ داری ہیں۔ اور یہی اصول عصر حاضر کے دوسرے انتظامی نظاموں میں بھی معروف ہیں لیکن دینی اقدار پر مشتمل ہونے کی بناء پر اسلامی اصولوں پر عمل درآمد زیادہ پختہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ اسلام میں سول سروس کے لیے صرف ان افراد کا انتخاب کیا جا سکتا ہے جن میں ضروری صفات مثلاً شجاعت، طاقت، ایمانداری، علم و ثقافت، خوبصورت شخصیت اور پیشہ ورانہ مہارت موجود ہوں۔ یہی صفات کم و بیش آجکل کے انتظامی ڈھانچوں میں بھی مطلوب ہیں۔

۴۔ اعلیٰ سرکاری عہدوں جن کے لیے سربراہ حکومت نے محدود اور معروف افراد ہیں

سے انتخاب کرنا ہو کے لیے امیدوار بننا درست نہیں ہے۔ تاہم عام ابتدائی انتخاب جن میں امیدواروں کی بہت بڑی تعداد ہو اور سربراہ حکومت کو امیدواروں کا علم نہ ہو امیدوار بننا درست ہے۔ اور یہ اسلامی نظام کا موجودہ انتظامی نظاموں سے امتیازی وصف ہے۔

۵۔ سول سروس کے لیے اسلامی نظام میں امتحان کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے۔ ضروری ہدف یہ ہے کہ امیدواروں میں موجود مطلوبہ صفات کا جائزہ لیا جاسکے۔ اس کے لیے حالات وزمانہ کی ضروریات کے مطابق کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ان نتائج کی روشنی میں اس مقالہ کے بنیادی سوال کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ اہلیت اور احساس ذمہ داری انتظامیہ کی تشکیل کے بنیادی اسلامی اصول ہیں۔ سرکاری افسروں میں شجاعت، ایمانداری، وغیرہ جیسی صفات کا ہونا لازمی ہے۔ سول سروس کی اسلامی تنظیم میں تعین اور تقرری خالص میرٹ پر ہوتی ہے اور اس ضمن میں امیدواروں کی صلاحیتوں کو جانچنے کے لیے امتحانات وغیرہ کا ذریعہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

حواشی وتعلیقات

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیں:

The New Encyclopaedia Britanica, Inc USA. 1976, v. II, p 958.

Encyclopedia Americana (Grolier Incorporated 1986) v.6. p.780.

۲۔ تفاصیل کے لیے دیکھیں: کول بلیس والابن الاستیفن دبلوھا ینز إدارة المنشات العامة (ترجمه عبد الکریم) (الدارالدولیة للنشر ۱۹۹۶ء) ص ۱۵۵۔

۳۔ یوسف محمد مصطفی ۔ نظام الحکم في الإسلام (معهد الدراسات العربیة العالمیة ۱۹۶۰ء) ص ۱۳۰

۴۔ النساء: ۵۸

۵۔ الجصاص (ابوبکر أحمد الرازی) احکام القرآن (دارالفکر بیروت) ص ۲/۲۰۷

۶۔ مسلم بن حجاج القشیری ' الصحیح ' کتاب الامارة ' باب کراهیة الامارة بغیر ضرورة حدیث نمبر۱۸۲۵' ص۳/۱۴۵۹۔

۷۔ النووی (ابو زکریا یحی بن شرف الخوارزمی) ' شرح النووی لصحیح مسلم (دارالکتب العلمیة ' بیروت) ص۱۲/۲۱۰

۸۔ ابو رکبة، حسن عبد الله وأبو غنیمة عبد العزیز ' التنظیم الإداری في الفکر الإسلامی (السعودیة ۱۹۸۱ء) ص۳۰

۹۔ ابن تیمیه ' السیاسة الشرعیة ' ص ۱۱

۱۰۔ الانفال:۲۷

۱۱۔ البخاری (ابو عبد الله محمد بن اسماعیل)' الجامع الصحیح (تحقیق مصطفی دیب البغاء دارین کثیر ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء) کتاب العلم ' باب فضل العلم ' حدیث نمبر۵۹' ص ۱/۳۳

١٢- التوبة : ١٠٥

١٣- ابو سن (احمد ابراہیم)' الإدارة فيي الاسلام ' (المطبعة العصرية ' دبی ١٩٨١)' ص ٤٤

١٤- مسلم' الجامع الصحيح' كتاب الامارة - باب نهى عن طلب الإمارة و الحرص عليها ' حديث نمبر١٧٣٣' ص ١٤٥٦/٣

١٥- جوزف ف جانت' إدارة التنمية' ص ٣٣٦

١٦- كول بليس' م.ن' ص ١٥٢

١٧- Nicolson Harold, "Diplomacy" (London, 1979), p.113

١٨- جوزف - ف - جائت - إدارة التنمية ' مفهومها ' أهدافها ' وسائلها ' (دارالمعارف ' القاہرة) ' ص٣٣٤

١٩- القصص : ٢٦

٢٠- السياسة الشريعة ' ص ١٩

٢١- الطبری (ابو جعفر محمد بن جرير) تاريخ الامم والملوك ' بيروت (١٣٩٩ھ/١٩٧٩ء)' ص١٨/٥

٢٢- ابن تيمة ' م ' ن ' ص ٢١

٢٣- البخاری ' الجامع الصحيح ' كتاب الجهاد والسير ' با ب إن الله ليؤد الدين بالرجل الفاجر ' حديث نمبر٢٨٩٧' ص ١١١٩/٣

24. Kamali Muhammed Hashim, " Siyasah Shariyah or the politics of Islamic Government," The American Journal of Islamic Social Sciences," v.6, N0-1, September, 1989.P,196

٢٥- القصص : ٢٦

٢٦- البخاری م ' ن ' كتاب الاحكام ' باب قوله تعالىٰ (اطيعو الله واطيعوا الرسول واولى الأمر منكم) حديث نمبر:6719' ص ٢٦١١/٦

۲۷۔ محمد المبارك ' م ' ن ' ص ٦١

۲۸۔ محمد بن حسن الفراء ابو يعلى کے نام سے مشہور ہیں انہیں نے احکام سلطانية پر بہت سا کام کیا ہے۔

۲۹۔ ابو يعلى ' الأحكام السلطانية ' دارالكتب العلمية (بيروت لبنان ۱٤۰۳ھ) ص ۲۰

۳۰۔ المرادى (ابو الحسن محمد بن الحسن) ۔ كتاب السياسة ' (المغرب ۱٤۰۱ھ/۱۹۸۱م) ' ص ۱٥۱

۳۱۔ ابن الفراء (ابو على الحسين بن محمد) رسل الملوك ومن يصلح للرسالة والسفارة ' تحقيق صلاح الدين المنجد ' ۱۳٦٦ھ/ ۱۹٤۷ء' ص ۱۰

۳۲۔ ابن الارزق (عبد الله بن محمد الارزق)' بدائع السلك في طبائع الملك' (الوار العربية للكتاب تونس ۱۹۷۷ء)' ص ۱/۱٥۱

۳۳۔ آپ کا پورا نام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری ہے۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے اور احکام السلطانیہ پر آپ نے بہت کام کیا ہے۔

۳۴۔ الماوردی' الأحکام السلطانیۃ' (دار الکتب العلمیۃ' بیروت ۱۹۸۲ء)' ص٦

۳۵۔ محمد المبارک' م' ن' ص ۲۳

36- Thomas A bailey, "Qualities of American Diplomates, Modern Diplomacy (Washington D.C. 1979) p.212 Nicolson, Ibid, p.56.

۳۷۔ ابن تیمیہ ص۱۱

۳۸۔ البخاری' م' ن' کتاب الأحکام' باب مايكره من الحرص على الامارة' حدیث نمبر ۶۷۳۰' ص٦ / ۲٦۱۴

۳۹۔ الطرطوشی' م' ن' ص۸٦

۴۰۔ Asad Muhammad, :"The Principles of State and Government in Islam", P-47

۴۱۔ القطب محمد القطب م ' ن ' ص ۱۴۱

۴۲۔ Kamali Muhammad Hashimi, Ibid, P68

۴۳۔ یوسف .۵۵

۴۴۔ الطرطوشی ' م ' ن ' ص ۴۷ '۲۴۰ .

۴۵۔ البقرہ :۳۳

۴۶۔ الترمذی (محمد بن عیسی بن سورة) ' السنن ' کتاب الأحکام ' باب ماجاء في القاضی کیف یقضی حدیث نمبر:۱۳۲۷ 'ص ۱۶/۱۳

۴۷۔ حسینی (س ۔ا۔ق) الإدارة العربیة ' ترجمه ابراہیم احمد العدوی ' (مکتبة الأداب ' مصر) ' ص ۳۳۳

۴۸۔ الماوردی ' م ' ن ' ص ۲۳ .

۴۹۔ ابو بکر محمد بن الحسن المراوی اصول الدین کے مشہور عالم ہیں۔ آپ قیروان سے تعلق رکھتے تھے وہاں سے آپ مراکش اور اندلیس تشریف لے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا۔ دیکھیے:ابن بشکوال ' الصلة 'ص ۵۴۷/۲

۵۰۔ المرادی ' کتاب السیاسة 'ص ۱۱۷۔۱۱۸

۵۱۔ کول بلیس ' م.ن. ص ۱۵۵

☆☆☆